سلسلہ مطبوعات مجلس

۳۳۹

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

[۱۲؍جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ (۵؍دسمبر ۱۹۵۷ء) کو دیوبند میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے طویل علالت کے بعد وفات پائی، لکھنؤ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اس موقع پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے جو تقریر فرمائی تھی وہ اہتمام سے قلمبند کی گئی اور مولانا کی نظر سے گزرنے کے بعد جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ کے ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ میں شائع ہوئی۔ اس میں دینی وملی کام کرنے والوں کے لیے خصوصاً موجودہ حالات میں دعوت فکر وعمل اور پیام نصیحت ہے]

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

بار اول

۱۴۳۰ھ - ۲۰۰۹ء

نام کتاب	:	حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
نام مصنف	:	مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ
صفحات	:	۴۰
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
کمپوزنگ	:	(حشمت علی) مجلس تحقیقات ونشریات اسلام
طباعت	:	کاکوری آفسیٹ پریس، لکھنؤ
قیمت	:	Rs. 20/-

طابع وناشر

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹، ندوۃ العلماء لکھنؤ

فون:0522-2741539، فیکس:0522-2740806

www.abulhasanalinadwi.org

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین وخاتم النبیین سیدنا محمدوعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین وبعد!

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ برصغیر ہندوپاک کی گذشتہ صدی کی عظیم شخصیات میں ممتاز مقام کی حیثیت رکھنے والی چند عظیم شخصیتوں میں سے ایک تھے، امت اسلامیہ ہندیہ کی انہوں نے جو عظیم ملی خدمت انجام دی وہ اسلامی ہند کی تاریخ میں سنہرا باب سمجھی جائے گی، انہوں نے آزادی ہند کوملت اسلامیہ کی آزادی اورسر بلندی سمجھتے ہوئے اپنی دانشمندانہ مہارت سے سب کوفائدہ پہونچایا اس طرح ملک کوجوصدیوں اسلامی قیادت میں رہاتھا اورمغربی استعمار نے اس کومسلمانوں سے چھین کرغلام بنایاتھا آزادی دلانے میں نمایاں حصہ لیا،

لیکن حضرت مولانا کی اس حیثیت سے بڑی شہرت ہوئی اور سب اس کے معترف ہیں لیکن مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تنہا یہی اہم خصوصیت نہیں رہی بلکہ باطنی سیرت وسلوک وتربیت میں بھی ان کا بڑا مقام رہا۔

مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو اگر جنگ آزادی میں ان کی ہندو اکثریت کے ساتھ تعاون اور جدو جہد کے پس منظر سے ہٹ کر بھی دیکھا جائے تو وہ برصغیر کے عظیم عالم دین اور مرشد رہے، ان کے تزکیہ باطن اور تربیت اہل دین کی صفت کی وجہ سے سب اہل دین کے نزدیک مستند اور تسلیم شدہ تھے بلکہ دیگر علماء ومرشدین ان کو دیگر علماء مرشدین پر بھی بڑی حد تک فوقیت دیتے تھے اور اس میدان میں ان کی فکرمندی اور سرپرستی سے ہزاروں مسترشدین نے بڑا فائدہ اٹھایا۔ خاص طور پر مشرقی ہندوستان کے آسام کے علاقہ میں انہی کے ارشاد وتزکیہ کا اصل چرچا تھا، اور دارالعلوم دیوبند جو علوم دینیہ کی تعلیم کا ایشیا کا بڑا اور معتبر ترین ادارہ ہے وہاں شیخ الحدیث ہونے کے تعلق سے ان کا فن حدیث کی تعلیم میں بڑا پایہ سمجھا جاتا تھا اور ان کی شاگردی فخر کی بات سمجھی جاتی تھی۔

حضرت مولانا ہندوستان میں مقیم سادات خاندان کے ایک اہم ترین فرد تھے، وہ یوپی کے ضلع فیض آباد کے قصبہ ٹانڈہ کے رہنے والے فرد تھے اور اپنی علمی وعملی عمر کے آغاز میں مدینہ منورہ میں علوم دینیہ کی تعلیم سے اشتغال رکھتے رہے، اور پھر اپنے شیخ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی

اور استاذ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیو بندی سے استفادہ ورفاقت کے لیے ہندوستان آگئے تھے اور دارالعلوم دیو بند میں حدیث کے استاذ اور صدر مدرس کی حیثیت سے خدمت علم دین بھی کرنے لگے اور غیر ملکی طاقتوں سے ملک کو آزاد کرانے کی جدوجہد میں بھی اپنے مرشد و شیخ کی رہنمائی میں حصہ لیا اور اس سلسلہ میں بار بار جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کیں اور برطانوی سامراج کی زیادتیاں جھیلنے سے سابقہ پڑا لیکن ان کا پایہ ثبات اس مجاہدہ و خدمت دین وملت و آزادی وطن کی کوشش کی راہ سے نہیں ہٹ سکا، بالآخر برطانوی سامراج نے ملک کو آزادی دی لیکن ہندو مسلم ٹکراؤ اور کشت وخون اور ملک کو دو ٹکڑے کر دینے کے ساتھ ملک کو چھوڑا، ہندوستان کا وسطی حصہ جو بڑے رقبہ پر مشتمل تھا، اور جہاں مسلمانوں کے اہم دینی مراکز اور خاصی آبادی بھی تھی لیکن اقلیت میں ہونے کی وجہ سے اس کو غیر مسلم علاقہ قرار دیا گیا اور نقل آبادی کی مصیبت نے ملک کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان تباہی کا سلسلہ قائم کر دیا، یہ سلسلہ ہندوستانی خطہ کے مسلمانوں کے لیے بڑا صبر آزما تھا، ہندوستان کے بڑے غیر معمولی اور سخت حالات کا دور وہ دور کہا جا سکتا ہے کہ جب جنگ عظیم جو ۱۹۳۸ء سے شروع ہوئی تھی، اس کے نتیجے میں ہندوستان میں آزادی کی تحریک کو اثر ڈالنے کا موقع ملا اور برطانوی استعمار کی طرف سے ملک کو رعایتیں دینے کا آغاز ہوا، ملک میں مسلمانوں کے حالات زیادہ قابل فکر تھے، کیوں کہ ایک طرف

تو انگریزوں کی تعلیم وتہذیب نے مسلمانوں کے شرفاء کو مرعوب کر رکھا تھا، اور اس کے نتیجہ میں متوسط اور اعلیٰ طبقہ کے مسلمان انگریزی تہذیب وتعلیم کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے، دوسری طرف آزادی کی تحریک کے سلسلہ میں مسلمان دو حصوں میں بٹ گئے تھے، ایک حصہ جو برطانوی اثر وغلبہ سے متاثر اور مرعوب تھا، اس نے اپنا اصل حریف ہندوؤں کو سمجھا تھا اور برطانوی غلبہ کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا، یہ رنگ اور رجحان سارے جدید تعلیم والے طبقے میں تھا، اور دوسرا گروہ ہندوؤں کے ساتھ مل کر انگریزوں سے گلوخلاصی حاصل کرنے کی فکر رکھنے والا تھا، اور اس میں علماء دین عام طور پر سربراہی کر رہے تھے، ادھر برطانوی اقتدار کا رویہ وقتی طور پر مسلمانوں کو زیادہ موقع دینے کا نہیں تھا، اور وہ شاید مسلمانوں کو اپنا اصل حریف تصور کرتے تھے، لیکن مسلمانوں کے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی برطانوی تہذیب وتعلیم کے معاملہ میں نرم رویہ، ظاہر میں ایسے مسلمانوں کی ہمدردی کا تھا، اس طریقہ سے علماء اور اہل دین کو دو طرف سے ٹکراؤ کی صورت حال سے گزرنا پڑ رہا تھا، ایک تو انگریزی غلبہ وسطوت کے مقابلہ میں اور دوسرے مسلمانوں کے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے مقابلے میں۔

ہندو اور مسلمانوں کے درمیان جو تناؤ تھا اس میں ایک طرف مسلمانوں کے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف سے ہندو اکثریت سے علاحدہ رویہ اختیار کرنے کی تحریک تھی، جو علماء دین کی ہندو اکثریت کے ساتھ مل کر

www.abulhasanalinadwi.org

آزادی کی کوشش کرنے کو مطعون کر رہا تھا، پھر اسی کے ساتھ ساتھ عامۃ المسلمین میں جو بے حسی اور دین کے تقاضوں سے غفلت پیدا ہو گئی تھی، اس کے ازالہ کی فکر علماء کو کرنی تھی، ایسی حالت میں ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئی اور ایک ملک کے دو ملک ہندوستان اور پاکستان بن گئے، اور اقتدار کی تقسیم کے موقع پر ہندو مسلم کشمکش کو بہت قوی بنا دیا، اور کشت وخون کا ایک بازار گرم ہو گیا، جس کا رخ پاکستان سے ہندوؤں کے انخلا اور ہندوستان سے مسلمانوں کے انخلا کی طرف پورے طریقے سے ہو گیا، ہمارے علمائے کرام کے اصل مراکز اور ان کی کوششوں کا میدان سب سے زیادہ ہندوستانی حصے میں تھا، اس لحاظ سے ان کے لیے مشکلات بھی بہت پیش آرہی تھیں، اور ان کی ذمہ داری بھی بہت بڑھی ہوئی تھی، اس وقت مغربی یوپی کا یہ علاقہ جو مظفر نگر اور سہارن پور پر مشتمل ہے اور دہلی کے اطراف کی حیثیت رکھتا ہے دینی تعلیم اور دینی کوششوں کا بڑا اور بنیادی مرکز تھا اور وہاں کے شیوخ پر سب کی نظریں تھیں، خصوصیت سے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ، شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارن پور اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری جو رائے پور کے مرکز تزکیہ واحسان کے سربراہ تھے، خصوصی اہمیت اور اثر پذیری کے حامل تھے۔ ان میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اپنی بڑی سیاسی اہمیت بھی

www.abulhasanalinadwi.org

رکھتے تھے اوران کی قائدانہ ومجاہدانہ خصوصیت کی بنا پر حکومت بھی انہیں اہمیت دیتی تھی، اور یہ حضرات بھی ان کی رائے اور مشورہ کو اہمیت دیتے تھے، ان حضرات نے اس وقت کے سنگین حالات اور نہایت پیچیدہ اور خطرناک اور اندیشہ ناک صورت حال کے تدارک کے لیے غیر معمولی توجہ کا ثبوت دیا۔ اور مغربی ہندوستان کے علاقے یکے بعد دیگرے مسلمانوں سے خالی ہوتے جارہے تھے، اس سلسلہ کو سہارن پور جو کہ یوپی کا مغربی سرحدی ضلع ہے کو ایک طریقہ سے دیوار بنا دیا، کہ مسلمانوں کا تخلیہ اس سے آگے نہ بڑھ سکے، اس کے لیے حکومت وقت پر جو زور ڈال سکتے تھے اور مسلمانوں کو جو پرزور طریقے سے متوجہ کر سکتے تھے، اس کی پوری کوشش کی اوران حضرات کے اثرات اور لوگوں پر ان کی بات کی اہمیت ایسی تھی کہ ان کی توجہ دہانی کو لوگوں نے مانا اور وہ سلسلۂ قتل وانخلا رک گیا۔ اور اس طریقہ سے مغربی یوپی سے ہندوستان کے تمام مشرقی حصوں میں مسلمانوں کے باقی رہنے کی صورت پیدا ہوگئی، یہ ایک بہت بڑا کارنامہ تھا، جسے ہندوستانی تاریخ میں بھلایا نہیں جاسکتا، اور تقسیم ہند کے بعد ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمانوں کی حفاظت اور بقاء کے لیے ان علماء کی اکثریت کا جنہوں نے جنگ آزادی کے لیے ہندو مسلم مشترک جدوجہد میں نمایاں بلکہ اولین اور بڑا حصہ لیا تھا، ان کا اخلاقی دباؤ بھی اثر انداز ہوا اور انہوں نے ببانگ دہل اکثریت سے مطالبہ کیا کہ جنگ آزادی میں مسلمانوں کی طرف سے

www.abulhasanalinadwi.org

نمایاں شرکت کے بعد حصول آزادی کے ثمرات سے مسلمانوں کو کیسے محروم کیا جاسکتا ہے، اور پاکستانی حصہ میں ان کے نہ منتقل ہونے کو کس طرح جرم قرار دیا جاسکتا ہے، وہ سب جنگ آزادی میں ہندوؤں کے ساتھ نمایاں طریقہ سے شریک تھے، اوران کے ساتھ مشترک ہندوستان کے حامی تھے، تو ہندوستان کو دونوں کے اشتراک سے کیسے الگ رکھا جاسکتا ہے اور الحمدللہ ان لوگوں کی کوششیں بارآور ہوئیں اور ہندوستان میں مسلمانوں کے بقاء کو اور وطنی طور پر برابری کو تقسیم کیا گیا، اس کے نتیجہ میں باربار فرقہ پرستوں کی طرف سے اس اشتراک اور برابری کی پرتشدد مخالفت سے مسلمان اس ملک میں نہ صرف یہ کہ باقی رہے بلکہ باعزت طریقہ سے شریک وطن ہیں۔اس میں ہمارے ان مجاہد علماء جن کے سرخیل شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی ہی تھے۔اوران کے رفقاء جنگ آزادی میں خاص طور پر مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کا نام نمایاں ہے۔

حضرت مولانا کی شہرت اوران کی عظمت کا عمومی اعتراف ہونے کے باوجود مولانا میں تواضع اور زہداور خدمت خلق کی بھی بڑی نمایاں صفت تھی، اورانہوں نے دین اورآزادی امت کی راہ میں بڑے مجاہدے کئے تھے، تحریک آزادی اور تزکیۂ باطن دونوں میں ان کے شیخ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی تھے، مولانا نے ان کی حیات میں ان کی پوری وفاداری کے ساتھ ان کی راہ پر چلنے پر پوری وفاشعاری کا ثبوت دیا تھا

www.abulhasanalinadwi.org

اور پھر ان کے طریقہ کو بعد میں جاری رکھا اور جس اخلاص کے ساتھ انہوں نے دین اور فلاح امت کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کی اس کا اعتراف ان کے سب واقف کار کرتے رہے۔ اور ان سے مل کر اور ان کو دیکھ کر ان کی اعلیٰ دینی صفات کا اظہار ہوتا تھا اور ان میں ایک کشش معلوم ہوتی تھی۔ ملت کے لیے ان کی قربانیوں اور دین کے لیے ان کے مجاہدوں کا سب نتیجہ معلوم دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کی برکت اس ملک میں تادیر قائم رکھے۔

حضرت مولانا کی بڑی خصوصیت اتباع سنت کی تھی وہ زندگی کے سارے پہلوؤں میں سنت کی پوری پیروی کرنے کی پابندی کرتے تھے، لوگوں سے معاملات میں خانگی زندگی میں مہمانوں کی خاطر تواضع میں اور حق بات کے لیے متحرک ہو جانے اور سینہ سپر ہو جانے میں اور اپنے کو مادی فوائد سے بے نیازی اختیار کرنے میں بڑے ممتاز نظر آتے تھے، انہوں نے آزادی کے لیے بڑی قربانیاں دیں اور تکلیفیں اٹھائیں، لیکن آزادی کے بعد آزادی کے ثمرات سے کچھ بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی بلکہ ان کی آزادی کی کوششوں کے اعزاز میں حکومت نے ان کو حوصلہ دینا چاہا اس سے بھی انہوں نے معذرت کر دی اور آزادی کے ثمرات سے کچھ بھی لینا گوارہ نہیں کیا اور تعلیم حدیث اور تزکیہ و تربیت کے اپنے کاموں کے لیے اپنے کو منقطع کر لیا۔ طہارت باطنی میں ان کا جو امتیاز تھا، ان سے

ملنے والا غیر شعوری طور پر محسوس کرتا تھا اوران کے علم اوران کے ارشاد سے فائدہ اٹھانا عزت وشرف اور فخر کی بات سمجھی جاتی تھی جوان کی وفات کے بعد بھی ان کے مسترشدین اوران کے تلامذہ کی زبانوں سے برابر ظاہر ہوتا رہا، حضرت مولانا اپنے سیاسی یا ملی کاموں کے سلسلہ میں جو مختلف شہروں میں جو دورے کرتے ان میں اس بات کی احتیاط رکھتے کہ پاکیزہ آمدنی والے اپنے اہل تعلق ہی کے یہاں ٹھہریں، ان میں لکھنؤ آمد کے موقع پر ہمارے ماموں مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ جوان کے مسترشد بھی تھے اور حضرت مولانا کی نظر میں معتبر بھی تھے مہمان ہوا کرتے تھے، اس بہانہ راقم الحروف کو بھی اپنی ابتدائی زندگی میں حضرت مولانا کو دیکھنے، سننے اور خدمت کرنے کی سعادت ملتی تھی اور جو باتیں اوپر عرض کی گئیں اسی تجربہ اور مشاہدوں کا ہی نتیجہ ہیں اور لکھنؤ کے علاوہ دارالعلوم دیوبند میں بھی بحیثیت طالب علم کے ایک سال قیام کا موقع ملا تھا جس کی وجہ سے مولانا کو ان کے گھر پر اوران کی جگہ پر دیکھنے اور جاننے کی سعادت ملی تھی اوران کی شفقت کے حصول کا شرف حاصل ہوا تھا۔

خال مخدوم ومعظم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی مستفیدین میں اور حدیث میں ان کے شاگرد بھی تھے اوران کے گھر کے متعدد حضرات کا بیعت واسترشاد کا بھی ان سے تعلق تھا جن میں خود ان کی

www.abulhasanalinadwi.org

والدہ خیر النساء بہتر صاحبہ جو پہلے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے بیعت تھیں پھر ان کی وفات کے بعد مولانا سید حسین احمد صاحب سے ہوئیں اور بھائی مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی حسنی صاحب اور خاندان کے بعض دیگر افراد بھی یہ تعلق رکھتے تھے، اس لیے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کا حادثہ وفات ان کے لیے ایک بڑے خاندان حادثہ وفات سے کم نہ تھا، چنانچہ انہوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں ایک مؤثر تقریر فرمائی کہ دوسروں کے لیے خصوصاً دین وملت کی خدمت کا جذبہ رکھنے والوں کے سامنے ایک رہنما زندگی کے نقوش سامنے آئیں، اور لوگوں کے سامنے دینی ترجیحات اور ملی مفادات کے علاوہ کوئی اور ترجیح اور مفاد نہ ہو۔

یہ تقریر ماہنامہ الفرقان لکھنؤ نے شائع کی تھی جسے اب رسالہ کی شکل میں سامنے لانے کی صورت پیدا کی جارہی ہے اور یہ رسالہ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام سے شائع ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کا فائدہ زیادہ سے زیادہ عام ہو۔

محمد رابع حسنی ندوی
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۴؍ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ
۲؍ مارچ ۲۰۰۹ء

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲۹۶ھ-۱۳۷۷ھ)

ایک مختصر تعارف (۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے کبار اولیاء اللہ مجاہدین اسلام، خادمین دین وملت اور علمائے ربانیین میں سے تھے، ۱۹ر شوال ۱۲۹۶ھ کو قصبہ بانگرمئو ضلع اناؤ (ہندوستان) میں پیدا ہوئے، آبائی وطن ٹانڈہ تھا، جو اودھ کے مشہور شہر فیض آباد (اور اب ضلع امبیڈکر نگر اتر پردیش) میں واقع ہے۔

نسباً سادات حسینی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا سید حبیب اللہ مہاجر مدنی، حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کے خلیفہ مجاز تھے، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی (م ۱۹۲۰ء) کے تلمیذ رشید اور بعد میں ان کے ملی، قومی اور علمی ودینی کاموں میں رفیق ومعاون رہے،

---

(۱) از محمود حسن حسنی ندوی۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ-۱۹۰۵ء) سے بیعت ہو گئے تھے کہ ۱۳۱۶ھ میں والد ماجد مولانا سید حبیب اللہ نے مدینہ منورہ کا ہجرت کی نیت سے قصد فرمالیا، آپ بھی ہمراہ گئے، اور مکہ مکرمہ اپنے شیخ الشیخ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی قدس سرہ (م ۱۳۱۷ھ) کے زیر تربیت چند ماہ رہ کر اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے، دوسال بعد آپ پھر ہندوستان اپنے مرشد و مربی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں ہندوستان تشریف لائے،اور تکمیل سلوک کی اور پھر ان کے خلفائے کبار میں ہوئے، اور ایک ڈیڑھ سال خدمت میں رہ کر واپس مدینہ منورہ حاضر ہوئے جہاں پھر آپ کا سلسلۂ درس وتعلیم وسیع ہوا۔

مولانا سید محمد میاں مرحوم سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند جوان کے دست راست اور معاون ومعتمد رہے ہیں لکھتے ہیں "سلسلۂ درس نے وسعت اختیار کی تو حدیث وتفسیر اور فقہ کی چودہ پندرہ کتابوں کا درس دیتے تھے، یہ سلسلۂ درس تہجد کے بعد سے شروع ہو کر نماز عشاء تک جاری رہتا تھا"۔ (حیات شیخ الاسلام،ص:۲۷،طبع اول)

مسجد نبوی میں درس حدیث کی خدمت تنگی وعسرت کے باوجود توکلاً علی اللہ انجام دی، کچھ زمانہ اسارت میں اور بقیہ زمانہ دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے فرائض انجام دینے اور ملت اسلامیہ کی قیادت ورہنمائی میں گزارا، حجاز مقدس ہی میں حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ کے ساتھ آپ بھی گرفتار ہوئے اور مالٹا میں ایک مدت اسیر رہے، حضرت شیخ الہند

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا محمود حسن دیوبندی کی وفات کے بعد آپ کو ان کا جانشین تسلیم کیا گیا، متعدد بار جیل جانا پڑا، تحریک خلافت اور آزادیٔ ہند میں آپ کی نمایاں خدمات رہیں، جمعیۃ علمائے ہند کے صدر آخر وقت تک رہے، اور دارالعلوم دیوبند میں مسند حدیث پر علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ جلوہ افروز ہوئے اور آخر وقت تک اس جلیل القدر منصب پر فائز رہے، ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مسترشدین وتلامذہ ہیں، مسترشدین میں حضرت مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی سابق ناظم ندوۃ العلماء، حضرت مولانا عبدالباری ندوی خلیفہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا سید محمد میاں سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند، مولانا نجم الدین اصلاحی مرتب مکتوبات شیخ الاسلام اور خلفاء میں مولانا عبدالجلیل آسامی، مولانا احمد علی صاحب بدرپوری (آسامی)، قاری فخر الدین گیاوی، قاری اصغر علی صاحب، مولانا حامد میاں بانی جامعہ مدینہ لاہور، منشی اللہ دتا (مرکز نظام الدین نئی دہلی)، اوردارالعلوم ندوۃ العلماء کے شیخ التفسیر مولانا محمد اویس نگرامی ندوی۔ تلامذہ میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا سید منت اللہ رحمانی، مولانا نسیم احمد فریدی، مولانا سید صبغۃ اللہ بختیاری کے نام خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی محدّث نے آپ کی تاریخ وفات "فی روضۃ یحبرون" (۱۳۷۷ھ) سے نکالی۔صاحبزادگان میں مولانا سید اسعد مدنی علیہ الرحمہ، مولانا سید ارشد مدنی، مولانا سید اسجد مدنی یادگار چھوڑا۔

www.abulhasanalinadwi.org

آپ کے سن وار حالات زندگی اس طرح ہیں

۱۳۰۹ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور ۱۳۱۶ھ تک کسب فیض کا یہ سلسلہ جاری رہا۔

۱۳۱۶ھ میں حضرت گنگوہی سے بیعت ہوئے اور پھر والد ماجد کے مدینہ منورہ ہجرت کی، اور مدینہ منورہ میں درس وتدریس کا مشغلہ رکھا۔

۱۳۱۸ھ میں ہندوستان واپس آئے اور حضرت گنگوہی سے خصوصی استفادہ کیا۔

۱۳۲۰ھ میں مدینہ منورہ پھر حاضر ہوئے اور حرم محترم نبوی میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا، اور صبح سے لے کر عشاء بعد تک مختلف کتابوں کا درس دیتے۔

۱۳۲۸ھ میں دار العلوم کے جلسۂ دستار بندی میں آپ کی بھی دستار بندی ہوئی۔

۱۳۳۵ھ میں تحریک خلافت کے نتیجہ میں حضرت شیخ الہند اور ان کے رفقاء کی مکہ مکرمہ میں گرفتاری ہوئی، آپ بھی گرفتار ہوئے وہاں سے جدہ پھر مصر اور پھر مالٹا کے قید خانہ بھیج دیئے گئے، تین سال سات ماہ مالٹا میں گزرے۔

۱۳۳۸ھ کو رہائی ملی، پھر تحریک خلافت میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، ڈاکٹر مختار احمد انصاری اور مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ حصہ لیا، پھر تحریک آزادی کے مرد میداں بن گئے، اور شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی (م ۱۳۳۹ھ) کے جانشین کی حیثیت سے معروف ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

۱۳۴۰ھ میں دو سال کی قید با مشقت ہوئی مولانا محمد علی جوہر ساتھ تھے اسی مدت قید میں مولانا جوہر نے آپ سے ترجمۂ قرآن مجید پڑھا۔

۱۳۴۲ھ (دسمبر ۱۹۲۳ء) میں کناڈا میں جمعیۃ علماء ہند کے پانچویں اجلاس کی آپ نے صدارت کی۔

۱۳۴۶ھ (۱۹۲۷ء) میں دارالعلوم دیوبند کے صدرالمدرسین اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے یہ جگہ علامہ انورشاہ کشمیری کے استعفیٰ سے خالی ہوئی تھی۔

۱۳۵۹ھ (۱۹۴۰ء) میں جمعیۃ علماء ہند کے صدر منتخب ہوئے۔

۱۳۶۱ھ تا ۱۳۶۳ھ (۴۲-۱۹۴۴ء) تحریک آزادیٔ ہند کے شباب کا زمانہ تھا حکومت برطانیہ نے آپ پر سختی کی اور اس کے نتیجہ میں قید و بند کی صعوبتیں آپ نے اٹھائی اور ۲۶/اگست ۱۹۴۴ء کو آپ رہا ہوئے۔

۱۳۶۶ھ (۱۹۴۷ء) کو حکومت برطانیہ کے تسلّط سے ملک آزاد کرالیا گیا، دوسری طرف تقسیم ہند کے نتیجہ میں پاکستان وجود میں آیا، اس آزادی کے نتیجہ میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے سیاسی کنارہ کشی اختیار کر لی، گویا جب حصول منفعت کا وقت آیا تو وہ ہستی جو قربانی دینے کے لیے سب سے آگے رہنے والی تھی انعام و اکرام کے زمانہ میں پیچھے ہٹ گئی، اس لیے کہ "اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ" ان کا شیوہ تھا اور حکومت ہند کے پیش کردہ خطاب و تمغۂ امتیاز کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا، اور پورے طور پر تعلیم و تدریس حدیث نبوی،

www.abulhasanalinadwi.org

احیاءِ سنت، ارشاد و تربیت کے مبارک کام میں منہمک ہوگئے۔

۱۳۷۵ھ (۱۹۵۵ء) میں اپنا آخری سفر حج کیا، جس میں مدینہ طیبہ میں چالیس روز قیام فرمایا۔

۱۳۷۷ھ کے آغاز سے مرض وفات کا سلسلہ شروع ہوا، جو ۱۳؍ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۵؍ دسمبر ۱۹۵۷ء کو اختتام کو پہونچا، اور اس طرح علم و عمل، زہد و تقویٰ، جہاد و عزیمت کا یہ آفتاب غروب ہوگیا، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.(۱)

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک جامع کمالات و مجموعہ حسنات اور ایک بڑی ہی دلآویز شخصیت تھے، ان کی دلآویزی اور مقناطیسی شخصیت کو سمجھنے کے لیے ان ہی کے ایک شاگرد مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے جذبات واحساسات کو جاننا کافی ہوگا جن کا اظہار انہوں نے ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"یہ پہلی دینی وروحانی شخصیت تھی، جس سے میں متعارف اور متاثر ہوا، اور الحمد للہ بعد میں اس میں اضافہ ہی ہوا، اور وہ عقیدت و محبت ابھی تک قائم ہے، مجھے یاد ہے کہ یہ تأثر مولانا کی تقریروں یا دوسرے کمالات کی بناء پر نہیں تھا جن کا اندازہ اس وقت میرے لیے مشکل تھا، ان کی شخصیت میں ایسی کشش معلوم ہوتی، اور دل اس طرح کھنچتا کہ بے اختیار پاؤں پکڑ لینے اور ہاتھوں کو بوسہ دینے کو جی چاہتا، بعد میں جب کچھ عرصہ تک تلمذ اور صحبت کا شرف حاصل ہوا، تو اس میں مزید اضافہ

(۱) تلخیص مضمون سوانحی خاکہ مرقومہ از حضرت شاہ سید نفیس الحسینی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

www.abulhasanalinadwi.org

اور استحکام پیدا ہوا"۔ (کاروان زندگی، جلد اول، ص:۱۲۵)

جہاں تک کمالات کا تعلق ہے تو انہیں وہ ربانیت صادقہ اور حقانیت کاملہ حاصل تھی جس کی نظیر علماء و قائدین میں نادر ہے، اور اسی طرح صفات و خصوصیات میں وہ غیر معمولی انسان نظر آتے ہیں، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے بہترین خراج عقیدت پیش کیا ہے وہ لکھتے ہیں:۔

"مجھ پر مولانا کی حقانیت و ربانیت کا بڑا اثر ہوا، کہ ان کے نزدیک معیار اسلام ہے، نہ سیاسی کامیابیاں، نہ جنگی فتوحات، نہ مغربی طاقتوں کو چیلنج کرنا، یا نقصان پہونچانا،......

میں مولانا کے اخلاص و اخلاق اور ان کی سیرت کی مرکزی صفت اور کمالات کے مرکزی نقطہ "عزیمت" و "حمیت" کا ہمیشہ قائل رہا اور کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی اس میں تردّد پیدا نہیں ہوا"۔ (کاروان زندگی، ج ا، ص:۴۳۷)

اور ماہر اقبالیات پروفیسر یوسف سلیم چشتی انوار اقبال ص:۱۷۰ کے حوالہ سے علامہ اقبال کی نگاہ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے مقام کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "حضرت علامہ نے فرمایا تھا کہ مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں مَیں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں" (ملاحظہ ہو الجمعیۃ "شیخ الاسلام نمبر" مطبوعہ نئی دہلی)

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے تعزیتی جلسہ کی تقریر

(۱۲؍جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ (۵؍دسمبر ۱۹۵۷ء) کو دیوبند میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے طویل علالت کے بعد وفات پائی۔ لکھنؤ میں اس کی اطلاع پہنچنے پر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعزیتی جلسہ ہوا اس میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے جو تقریر فرمائی تھی وہ اہتمام سے قلمبند کی گئی تھی اور مولانا کی نظر سے گزرنے کے بعد جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ کے الفرقان میں شائع ہوئی تھی۔ ناظرین کرام ذیل میں اس تقریر کو ملاحظہ فرمائیں)

۹۷
۱۳۳۸۶
مکتبۃ العلامۃ عبدالحی الحسنی
دار عرفات رائے بریلی یو۔پی

مولانا نے خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا:

سب سے نایاب اور مشکل کام

مجھے اپنی اس زندگی میں جس چیز کا بار بار تجربہ اور مشاہدہ ہوا ہے یہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ نایاب اور مشکل کام انسان کا بروقت پہچاننا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے۔ ہر شخص اپنے اپنے تخیل اور تجربہ کے مطابق اپنے زمانہ کے مشاہیر کا ایک نقشہ اور ایک خیالی تصویر تیار کر لیتا ہے اور اس کو مقام دیتا ہے، یہاں تک کہ ایک عارف کو کہنا پڑا ہے۔

ہر کسے از ظن خود شد یار من   وز درون من نہ جست اسرار من

لیکن بعض صورتوں میں انسان کا پہچاننا اور مشکل ہو جاتا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب اس پر کچھ اس طرح کے حجابات پڑ جاتے ہیں جو عام لوگوں میں معروف ہوں اور جو رواجی ہوں، جن کا اپنا ایک خاص ڈھانچہ ہوتا ہے، ایسی صورت میں انسان کا پہچاننا اور مشکل ہو جاتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص اہل دنیا کے لباس میں رہتا ہے تو اندر سے وہ خواہ کچھ بھی ہو لوگ اس کی اصل حقیقت سمجھنے کے قابل نہیں ہو سکتے، ہماری نگاہیں حجابات سے پار نہیں ہونے پاتیں۔

جنگ آزادی کے عظیم قائد اور عظیم دینی رہنما

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ جن کے نام کے ساتھ کل تک زبان مدظلہ العالی کہنے کی عادی تھی اور اس وقت ہم رحمۃ اللہ علیہ کہنے پر مجبور ہو رہے ہیں، کے سمجھنے میں ایک اور آہنی حجاب حائل ہو گیا ہے یہ ان کی سیاسی حیثیت تھی، جیسا کہ کہا جاتا ہے اور آئندہ بھی کہا، لکھا اور شائع کیا جاتا رہے گا، مولانا جنگ آزادی کے بہت بڑے قائد اور رہنما تھے۔ لوگوں کے نزدیک یہ بہت بڑی بات

www.abulhasanalinadwi.org

ہوگی اور شاید مولانا کی انتہائی تعریف اور مدح سمجھی جائے گی، لیکن ایسا نہیں ہے، مولانا کی اصل صورت وحیثیت اس کے پیچھے مستور رہی ہے اور اس حجاب نے بڑے بڑے لوگوں کی نگاہوں سے ان کو اوجھل رکھا ہے۔

اصل تو یہی ہے کہ جس نے پیدا کیا ہے وہ جانتا ہے کہ کون کیا ہے "اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ" (۱) لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو دوسری حیثیتوں کے جاننے کا تھوڑا بہت موقع ملتا ہے، ایسے لوگوں کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ ان حجابات کو اٹھائیں اور اس شخص کی اصل صورت اور حیثیت کو سامنے لائیں، میں کہہ سکتا ہوں کہ مجھے بھی اس کا تھوڑا بہت موقع ملا ہے۔

شخصیت کے کچھ پوشیدہ گوشے

میں اپنے لیے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ مولانا کی زندگی کے کچھ پوشیدہ گوشے جن کو مجھے دیکھنے، سمجھنے اور جاننے کا موقع ملا ہے ان لوگوں تک پہونچاؤں جو مولانا کو اب تک کچھ اور سمجھتے رہے ہیں، میں اس وقت آپ کو سامنے رکھ کر اپنی اس آواز کو دور دور تک پہونچانا چاہتا ہوں۔

مولانا اس وقت وہاں ہیں جہاں ہماری مدح، ستائش کی ان کو ضرورت نہیں، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں اس مقام

(۱) سورۃ الملک، آیت: ۱۴

www.abulhasanalinadwi.org

پر پہونچادیا تھا جہاں انسان مدح وذم سے بے نیاز ہوجاتا ہے، اس کا تذکرہ میں اس وقت اس لیے کررہاہوں کہ اس کی خود ہمیں ضرورت ہے، ہمیں ان کی زندگی پر نظر ڈالنی چاہیے اوراس کے مفید پہلوؤں کواپنانااوران سے سبق لیناچاہیے، دوسری بات یہ ہے کہ جو باتیں میں عرض کروں گا یہ وہ ہیں جو میرے ذاتی مشاہدہ میں آئیں، ان میں کوئی مبالغہ نہیں ہے، کوئی رنگ آمیزی نہیں ہے،اس لیے کہ ان واقعات کواس کی ضرورت نہیں ہے۔

اخلاص وللّٰہیت

ان کی زندگی کا سب سے پہلا، ممتاز اوراعلیٰ وصف اخلاص اورللّٰہیت ہے، افسوس یہ ہے کہ الفاظ کثرت استعمال سے اپنی قیمت اوروزن کھودیتے ہیں، اخلاص بھی انہیں لفظوں میں سے ہے، ہر معمولی دیندار اورذرا پابند صوم وصلوٰۃ آدمی کوہم مخلص کہہ دیتے ہیں، ہمارے نزدیک آدمی کی سب سے پہلی تعریف مخلص ہوتی ہے، حالانکہ تاریخ کا مطالعہ بتاتاہے کہ مخلص ہونا انسان کی آخری اورانتہائی تعریف ہے "اِنَّ صَلوٰتِیُ وَنُسُکِیُ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" (۱) کے مقام پر پہونچنا آسان نہیں ہے، یہ مقام نبوت کا پرتو ہے، میں نے مولانا کی زندگی میں اس جوہر کو بہت نمایاں دیکھا، ایسا کام جو اخلاص ہی پر مبنی ہو

---

(۱) سورۃ الانعام، آخری رکوع

www.abulhasanalinadwi.org

اور جو عام طور پر محض اللہ ہی کے لیے کیا جاتا ہو، اور جس میں کوئی دنیاوی اور مادی نفع نہ ہو، مثلاً نماز پڑھنا، اس میں اخلاص کا قائم رکھنا زیادہ مشکل نہیں، اگرچہ یہ بات بھی پورے وثوق سے نہیں کہی جاسکتی، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ایسے کاموں میں بھی محض خال خال اور چند ہی ایک صحیح معنی میں مخلص کہے جانے کے مستحق ہوتے ہیں، لیکن جو کام اکثر و بیشتر بلکہ تمام تر دنیاوی نفع اور فائدہ کے لیے کیے جاتے ہوں، جہاں غیر مخلصین کا مجمع ہو وہاں اخلاص کا قائم رکھنا بڑا مشکل ہے، نماز اخلاص کے ساتھ پڑھنا آسان ہے، لیکن تجارت، مزدوری، کتابوں کا لکھنا اور شائع کرنا اخلاص کے ساتھ بہت مشکل کام ہے، اور اسی لیے اللہ نے ایسے لوگوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے جو ایسے اعمال میں اپنے اخلاص کو قائم رکھتے ہیں "رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ" (۱)۔

مولانا کی عظمت کا راز یہ نہیں تھا کہ وہ کوئی بڑے مقرر تھے، میں آپ کے سامنے صاف کہتا ہوں کہ مولانا کوئی جادو بیان اور شعلہ بار مقرر نہیں تھے، بلکہ وہ بقدر ضرورت ہی تقریر کرتے تھے، لوگ مولانا کے سامنے اس لیے نہیں جھکتے تھے کہ وہ کوئی بڑے مصنف تھے، مولانا کا شمار ملک کے نامور و ممتاز مصنفین میں نہیں، ہر شخص ان کے سامنے چھوٹا نظر آتا تھا اس لیے نہیں کہ دنیا میں ان کا جیسا کوئی عالم نہیں، میں اس کے کہنے میں کسی معذرت کی ضرورت

---

(۱) سورۃ النور، آیت: ۳۷

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں سمجھتا اور نہ اس میں مولانا کی کوئی تنقیص ہے، بہت بڑا عالم ہو جانا کوئی بڑا کمال نہیں، جو ذرا محنتی، ذہین اور فہیم ہو اور اس کو مطالعہ کا موقع ملے ایک بڑا عالم بن سکتا ہے، مولانا کی بڑائی کا راز یہ ہے کہ وہ سرتاپا اخلاص تھے، وہ اپنے ہر کام میں اور ہر وقت مخلص تھے، ان کا ادنیٰ سے ادنیٰ اور معمولی سے معمولی اور غیر دینی سے غیر دینی کام اخلاص کے ساتھ ہوتا تھا، ان کی ساری سیاسی جدوجہد محض "ابتغاء رضوان اللہ" تھی، وہ صرف اس لیے اس میں منہمک رہے کہ وہ اس کو رضائے الٰہی کا ذریعہ سمجھتے تھے، وہ اس سے قرب الٰہی چاہتے تھے، وہ ان کے لیے "سلوک" بن گیا تھا، یہ ان کے لیے جہاد تھا اور وہ اس میں شرکت سے محض تقرب بالجہاد چاہتے تھے، جس نیت سے وہ رات کو تہجد پڑھتے تھے، آپ یقین کریں کہ اسی نیت سے وہ اسٹیج پر تقریر کرتے تھے، وہ وہاں اس نیت کے ساتھ مشغول رہتے تھے جس نیت سے وہ نوافل پڑھتے تھے، جو ثواب ان کو تہجد کی آٹھ یا دس رکعتوں میں ملتا ہوگا وہ ان کو رات کے کسی جلسہ کی شرکت میں ملتا ہوگا، جس طرح مجاہد میدان جنگ میں جاتا ہوگا اسی نیت سے وہ جیل خانے جاتے رہے ہوں گے، یہ آسان کام نہیں، یہ مقام وہ ہے جو صرف اہل اللہ کو بھی نہیں، کاملین اولیاء اللہ ہی کو حاصل ہو سکتا ہے، ایک منٹ کے لیے اپنے کو ایسے ماحول میں اللہ کے قریب سمجھنا مشکل ہوتا ہے چہ جائیکہ وہاں انہوں نے گھنٹوں، دنوں، مہینوں اور سالوں اپنے کو اللہ کے ساتھ مشغول رکھا، اس کی علامت یہ ہے کہ ان کو ان کی یہ سیاسی مشغولیت ان کیفیات سے

www.abulhasanalinadwi.org

دور نہیں کرتی تھی جو اس سے علاحدہ ہوتی تھیں، جس اسٹیج پر وہ ہوتے تھے وہاں اکثر وہ لوگ بھی ہوتے تھے جنہیں نماز کا بالکل خیال بھی نہیں ہوتا تھا اور بعض اوقات اکثریت غیر مسلموں کی ہوتی تھی، لیکن وہ جلسہ سے اُٹھ کر کسی مسجد میں تشریف لے جاتے، وہاں اگر نماز ہو چکی ہے، کسی دوسری مسجد میں تشریف لے جاتے، جہاں جماعت ملتی وہاں پڑھتے، کہیں نہ ملتی تو اپنی علاحدہ جماعت کرتے، یہ ایک مثال ہے، اس طرح کے سیکڑوں واقعات ہیں جو ان کی زندگی میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان کے اخلاص وللّٰہیت اور اللہ کے ساتھ انتہائی تعلق اور مشغولیت کی دلیل ہیں، اور یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ آسان کام نہیں، یہ ان کی زندگی کا پہلا جوہر ہے جس نے ان کو وہ بلندی عطا کی جو ان کے سیاسی معاصرین میں کسی کو نہیں ملی۔

اس اخلاص کی ایک بڑی علامت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی اس سیاسی جدوجہد میں شروع سے حصہ لیا اور اس وقت تک حصہ لیتے رہے جب تک اس کی ضرورت تھی، لیکن جب ضرورت پوری ہوگئی اور وقت اور موقع آیا اس محنت کی قیمت وصول کرنے کا، تو انہوں نے ہاتھ کھینچ لیے ایک وقت ہوتا ہے مزدوری کا، ایک مزہ کا، مزدوری پوری کی، مسلسل کی اور محنت ومشقت سے کی، لیکن اجرت وہاں کے لیے اٹھا رکھی جہاں وہ اب ہیں، جب آزادی کا درخت لگایا جا رہا تھا اور اس کی آبیاری کے لیے خون پسینہ کی ضرورت تھی، وہ پیش پیش تھے، لیکن جب اس درخت کے پھل کھانے کا وقت

www.abulhasanalinadwi.org

آیا اس وقت وہ اللہ کا بندہ اتنی دور جا بیٹھا جہاں اس کی ہوا بھی نہ لگ سکے، وہ آزادی سے پہلے بھی ایک مدرس تھے اب بھی وہی مدرس رہے، پہلے بھی ایک مختصر سی تنخواہ پاتے تھے اب بھی وہی پاتے رہے(۱)، آزادی کی جدوجہد کے رفیقوں اور ہم سفروں میں وہی ایک شخص تھے جن کا دامن دنیاوی منفعت کے داغ اور آلودگی سے پاک رہا اور بلاواسطہ اور بالواسطہ وہ کسی طرح اپنے صاحب اقتدار و بااختیار رفیقوں کے ممنون نہیں ہوئے۔

عالی حوصلگی اور عزیمت

۲۔ مولانا کی زندگی میں دوسرا نمایاں وصف ان کا عزم و عالی ہمتی تھی، مسلمانوں میں بالعموم اور طبقۂ علماء میں بالخصوص قوت ارادی کی بڑی کمی نظر آتی ہے، دماغی اور ذہنی حیثیت سے بڑے بڑے ممتاز لوگ ہوں گے اور ہیں، لیکن یہ جوہر نایاب ہے، دینی و علمی حلقہ میں مولانا جس چیز میں ممتاز تھے وہ بلند حوصلگی ہے، جس چیز کو رضائے الٰہی کے لیے ضروری سمجھا اس کو انہوں نے بڑی خوش دلی اور خندہ پیشانی کے ساتھ جھیلا اور برداشت کیا بلکہ دعوت دی خواہ وہ کیسی ہی تکلیف دہ صبر آزما اور ہمت شکن ہو، انہوں نے اس وقت کئی کئی برس جیل کاٹے ہیں جب جیل جانا آسان کام نہیں تھا، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی بڑی چیز اور بظاہر زیادہ

---

(۱) دارالعلوم دیوبند نے ان کی تدریسی خدمات حاصل کیں اور وہ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سخت چیز کا مقابلہ کرلیتا ہے، لیکن بعض چھوٹی چھوٹی باتوں سے قدم ڈگمگا جاتے ہیں، حکومت سے ٹکر لینا اور اس کی سختیوں اور مظالم کو برداشت کرنا آسان ہے لیکن بعض گھریلو معاملات اور گھریلو تعلقات کے سامنے پاؤں پھسل جاتے ہیں، لیکن مولانا نے ہر چیز کا مقابلہ کیا، انہوں نے کوئی کام اپنی زندگی میں اس لیے چھوڑنا کیا معنی ملتوی نہیں کیا کہ وہ مشکل ہے، ہم آپ سب جانتے ہیں کہ وہ کثرت سے سفر کرتے تھے، سیاسی وغیر سیاسی، دینی وغیر دینی حلقہ میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے ان کے برابر سفر کیے ہوں، پھر ان سفروں میں لوگوں سے ملنا، باتیں کرنا، تقریریں کرنا، معمولات کا پورا کرنا، جو لوگ مولانا سے قریب رہے ہیں وہ ان کے جوہر سے کسی قدر واقف ہیں، لوگوں کی دل جوئی اور محبین کی خوشی کے لیے بڑے بڑے مشکل اور طویل سفر اپنے ذمہ لے لیتے، جگہ جگہ ٹھہرتے اور عزیزوں اور دوستوں کی فرمائشیں پوری کرتے، نہ بڑھاپا ان کے لیے رکاوٹ تھا، نہ بیماری، نہ مصروفیت، پھر مختلف بلکہ متضاد مشاغل اور ذمہ داریوں کا جمع کرنا بغیر اعلیٰ درجہ کے عزم اور قوت ارادی کے ممکن نہ تھا، مولانا کو وہ عزم اور طبیعت کا استقلال ملا تھا جو ملکوں اور قوموں کی زندگی میں بڑے بڑے تغیرات پیدا کردیتا ہے، مگر افسوس کہ اس سے پورا فائدہ نہ اٹھایا جاسکا۔

دینی انہماک و دینی مصروفیت میں صاحب کرامات شخصیت

۳۔ دینی انہماک اور دینی مصروفیت، اس کا اندازہ وہی لوگ

www.abulhasanalinadwi.org

کر سکتے ہیں جوان سے کچھ قریب رہے ہیں، ایسا مسلسل اور انتھک کام کرنے والا، اور نہ اکتانے اور نہ گھبرانے والا انسان کم نظر آیا ہوگا، واقعہ یہ ہے کہ جو مولانا کی مصروفیت کو دیکھتے تھے وہ گھبرا جاتے تھے اور پریشان ہو جاتے تھے کہ مولانا اتنا کام کیسے کرتے ہیں، سیکڑوں آدمیوں سے ملنا، درجنوں مہمانوں کی خاطر مدارات کرنا، ایک ایک سے اس کے مطلب اور ضرورت کی بات کرنا، حتیٰ کہ تعویذ چاہنے والوں کو تعویذ دینا، پھر اسی میں حدیث کے درس کی تیاری کرنا اور کئی کئی وقت، صبح شام، ظہر بعد، عشاء بعد دیر رات تک درس دینا، اور درس بھی ایسا عالمانہ وفاضلانہ جوان کے منصب کے مطابق تھا، پھر خطوط کا جواب دینا، جب تک خود لکھ سکنے کے قابل رہے خود ہی جواب لکھتے رہے، آخر میں دوسروں سے لکھوانے لگے تھے، لیکن پھر بھی بہت سے خطوط اپنے قلم سے لکھتے، میرا خیال ہے کہ دینی شخصیتوں میں سے کسی کے پاس اتنی ڈاک نہ آتی ہوگی جتنی مولانا کے پاس آتی تھی اس لیے کہ مولانا کی حیثیت سیاسی لیڈر کی بھی تھی، شیخ طریقت کی بھی تھی (۱) اور ایک عالم دین کی بھی تھی، مہمانوں کا اکرام کرنا، ایک ایک شخص کی طرف خصوصی توجہ، اس کی ضرورت پوری کرنا اور وہ بھی پوری

---

(۱) وہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) کے خلیفہ تھے جو حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی (م ۱۳۱۷ھ) کے اور وہ میاں جی نور محمد جھنجھانوی (م ۱۲۵۹ھ) کے تھے، میاں جی نور محمد جھنجھانوی کو حضرت حاجی عبدالرحیم ولایتی (ش ۱۲۴۶ھ) اور امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ (ش ۱۲۴۶ھ، ۱۸۳۱ء) سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔ (ناشر)

www.abulhasanalinadwi.org

بشاشت، انبساط وانشراح کے ساتھ، کرامت نہیں تو اور کیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ دینی امور میں اتنا انہماک وسرگرمی، یا تو میں نے مولانا الیاس صاحبؒ میں دیکھی (۱) یا مولاناؒ میں، مولانا الیاسؒ میں اپنے رنگ میں اور مولاناؒ میں اپنے رنگ میں، رات کو دس بجے کہیں سفر سے واپس آئے، اسی وقت طلبہ کو اطلاع ہوئی کہ درس ہوگا، کیسی نیند، کہاں کا تکان، پورے نشاط کے ساتھ درس دیا، اسی میں طلبہ کے سوالات کے جوابات، اور وہ بھی غیر متعلق سوالات کے جوابات.........آپ تعجب سے سنیں گے کہ حج کے سفر سے واپس آئے ہیں جس سفر کے بعد مہینوں لوگ تھکن اتارتے ہیں، اور کس طرح آئے ہیں کہ راستہ میں ہر بڑے اسٹیشن پر متعلقین ومحبین سے مصافحہ کرتے، مزاج پوچھتے، ملاقات کرتے آئے ہیں، آتے ہی حکم ہوا کہ سبق ہوگا، بتایئے سیاسی لیڈروں میں یہ واقعہ مل سکتا ہے کہ مشاہیر عصر میں؟ بغیر انتہائی تعلق مع اللہ کے یہ ممکن نہیں، یہ ہیں وہ کرامتیں جو بڑی بڑی حسی کراماتوں سے بدرجہا بلند ہیں۔

نسخۂ آدمیت

مولانا کا چوتھا بڑا وصف ان کی آدمیت اور انسانیت ہے، آدمیت ایک خاص لفظ ہے اور خاص معنی میں بولا جاتا ہے، معمولی بات نہیں ع

---

(۲) حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی بانی جماعت تبلیغ (م ۱۳۶۳ھ، ۱۹۴۴ء)

www.abulhasanalinadwi.org

آدمی کو بھی میسّر نہیں انساں ہونا

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ جب کسی کی بڑی تعریف کرتے تو فرماتے ''وہ نسخۂ آدمیت'' ہے۔ایک شخص کی وفات ہوئی تو فرمایا ''مردند وآدمیت بخاک بردند'' آج مولانا کے بارے میں بھی یہی جملہ بجا طور پر دہرایا جاسکتا ہے،مولانا کی اس صفت وخصوصیت کا اندازہ ان کے مکارم اخلاق سے ہوتا ہے،دوسروں کو حتی کہ معاندین ومخالفین تک کو نفع پہونچانے کی کوشش کرتے،خود تکلیفیں برداشت کررہے ہیں لیکن دوسروں کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کی فکر کررہے ہیں،ایسا بھی ہوا ہے کہ کوئی مہمان تھکا ماندہ کہیں سے آیا ہوا رات کو سو رہا ہے اور مولانا اس کے پیر دبا رہے ہیں، مہمان کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ یہ پیر دبانے والے مولانا ہوسکتے ہیں اور یہی نہیں جنہوں نے ان کو تکلیفیں پہونچائیں،مولانا نے ان کے ساتھ سلوک واحسان کیا اور ہمیشہ نفع رسانی اور خدمت کی فکر میں رہتے،اور جب بھی اور جس طرح بھی موقع ملا ہے اس کو آرام ونفع پہونچایا ہے، دوسروں سے اگر اس کو کام پڑا ہے تو سفارش کی ہے،خود جاسکے تو جاکر کی ہے، پیغام کے ذریعہ سے ممکن ہوا تو پیغام بھیجا ہے،جس کے جیسے حقوق ہوتے اور جس کا جیسا مرتبہ ہوا اور جس کو جیسی ضرورت ہوئی اسی کے شایان شان پورا کیا ہے، براہ راست ان مخالفین کو ضرورت پڑی تو ان کی ضرورت پوری کی

www.abulhasanalinadwi.org

اور اگر ان کے عزیزوں میں سے کسی کو ضرورت ہوئی ہے تو ان کی کار براری کی اور ان کے واسطے سے اپنے ان معاندین کی راحت رسانی کی، انہوں نے اپنے مخالفین و معاندین کو معاف بھی کیا، ان کے لے دعائیں بھی کرتے تھے، ان کا عمل وہ تھا جو کسی عارف نے کہا ہے ؎

بہر کہ مارا یار نہ بود ایزد او را یار باد
ہر کہ مارا رنج دادہ راحتش بسیار باد
ہر کہ در راہ صنم خار نہد از دشمنی
ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد گلزار باد

''وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل''

ہماری آپ کی بدقسمتی تھی کہ ہم نے جانا نہیں کہ وہ کیسے باطنی مراتب پر فائز تھے اس کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں جو اس کوچہ سے واقف ہوں، اور جو اس کا احساس رکھتے ہوں، وقت کے عارفین واہل نظر کی زبان سے میں نے ان کے لیے بڑے بلند کلمات سنے ہیں (۱)، اور ان سب کو ان کی عظمت و بلندی کا معترف اور ان کی مدح و توصیف میں رطب اللسان پایا ہے، مولاناؒ اپنے زمانہ میں ڈاکٹر اقبالؒ کے ان اشعار کا کامل نمونہ و مصداق تھے ؎

(۱) خصوصاً حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہم اللہ

www.abulhasanalinadwi.org

ستروین ماراخبر او را نظر
او درون خانہ مابیرون در
ماکلیسا دوست ما مسجد فروش
او زدست مصطفیٰ پیمانہ نوش
ماہمہ عبد فرنگ او عبدہ
او نگنجد درجہان رنگ وبو

ڈاکٹر صاحب نے کبھی کہا تھا۔

یا وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل
یا خاک کی آغوش میں تسبیح ومناجات

مولانا کا عمل پہلے مسلک پر تھا، یہ واقعہ ہے کہ وسعت افلاک میں مولانا کی زندگی تکبیر مسلسل تھی۔

عصمت، انبیاء کے ساتھ خاص ہے

یہ میں کہوں گا کہ مولانا معصوم نہیں تھے، ایسا نہیں ہے کہ ان سے کوئی غلطی نہ ہوئی ہو، ضروری نہیں کہ ان کی تمام سیاسی اوراجتہادی آراء ونظریات میں ان سے اتفاق کیا جائے (۱)، لیکن یہ میں ضرور کہوں گا کہ

(۱) مشائخ کبار میں خصوصاً حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۴۳ء) کو حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ سے سیاسی آراء ونظریات میں اختلاف تھا اور دونوں ہی کا اختلاف دین وملت کے مفاد میں تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

جو کچھ انہوں نے کہا یا کیا محض رضائے الٰہی اور حمیت دینی میں، ان کے لیے کوئی دنیاوی محرک یا مصلحت نہ تھی۔

جذبۂ تشکر اور حمیت دینی

مولاناؒ کا چھٹا بڑا وصف ان کا اپنے بزرگوں، اساتذہ اور شیوخ سے عاشقانہ تعلق ہے(۱)، واقعہ یہ ہے کہ یہ ان کی شخصیت کی کنجی ہے، اور ان کی ساری زندگی اور اس کے اہم اور عظیم واقعات کا راز یہ ہے، یہ چیز ایسی تھی جو ان کے رگ وپے میں سرایت کر گئی تھی، ان کا یہ تعلق ان کو بعض ایسی چیزوں پر آمادہ کر دیتا تھا جو ان کے عام اخلاق وصفات کے خلاف ہوتیں، اور بعض دفعہ سمجھ میں نہ آتیں کہ یہ کیسے ہوا، یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ مولانا اپنی بڑی سے بڑی توہین اور اذیت برداشت کر سکتے تھے مگر اپنے اکابر واسلاف اور شیوخ واساتذہ کی تنقیص اور ان کا استخفاف برداشت نہ کر سکتے تھے، بعض مرتبہ یہ چیز ان کی شدید بیزاری ومخالفت کا سبب بن جاتی، آخر میں اپنے اسلاف کی امانت کی حفاظت اور ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے مسلک پر قائم رہنے کا جذبہ بہت شدید ہو گیا تھا اور وہ اس راستہ

---

(۱) خصوصاً اپنے اسلاف میں امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ اور اساتذہ میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی اور شیوخ میں اپنے شیخ اور اپنے استاد کے بھی شیخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے بڑا والہانہ اور عاشقانہ تعلق تھا، مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ان کی خودنوشت سوانح حیات "نقش حیات" اور مکتوبات جو تین جلدوں میں "مکتوبات شیخ الاسلام" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

سے بال بھر ہٹنا گوارا نہیں کرتے تھے، اسی طرح سے خلاف شریعت فعل کے دیکھنے کا تحمل نہیں رہا تھا، اور یہ تأثر ان کے عام اخلاق پر بھی غالب آ گیا تھا۔

عزم واستقلال اور ثبات واستقامت

مولانا کا ایک بہت بڑا کارنامہ جس کی اہمیت کا احساس بہت کم لوگوں کو ہے، یہ ہے کہ ۱۹۴۸ء کے ہنگامہ میں اور اس کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کے بقاو قیام کا ایک بڑا ظاہری سبب مولانا ہی کی ہستی تھی، یہ وہ وقت تھا کہ سب بڑے بڑے کوہ استقامت جنبش میں آ گئے، سب یہی سمجھتے تھے کہ اب ہندوستان میں مسلمانوں کا کوئی مستقبل نہیں، مسلمانوں کی تاریخ میں دو ہی چار ایسے دور گزرے ہیں جب مسلمانوں کے اور اسلام کے بقا کا سوال آ گیا ہے، ۱۹۴۷ء کا ہنگامہ ہندوستان کے مسلمانوں کے حق میں اسی نوعیت کا تھا، اصل مسئلہ سہارن پور کے مسلمانوں کا تھا، سارا دارومدار ان پر تھا، یہ اپنی جگہ چھوڑتے تو یوپی کے مسلمانوں کے قدم لغزش میں آجاتے، اور سہارنپور کے مسلمانوں کا انحصار سارا کا سارا دو ہستیوں (رائے پور، سہارن پور کی بزرگ شخصیت) حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری مدظلہ(۱) اور (دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث)

(۱) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ تقریر فرمائی اس وقت ان کے مربی ومرشد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری بقید حیات تھے، اس کے چار سال بعد ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں انہوں نے بھی لاہور (پاکستان) میں انتقال فرمایا رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً وغفرلہ مغفرۃً تامۃً۔ (ناشر)

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا مدنیؒ پر تھا (ان کے اس عزم ومقصد میں مظاہر العلوم سہارن پور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ برابر کے شریک تھے) اس وقت مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ جمنا کے کنارے ہونا تھا لیکن یہ اصحاب عزم مجاہد بندے وہاں جمے رہے، اورانہوں نے گھٹنے ٹیک دیئے، (ایک سہارن پور کے مشہور قصبہ) رائے پور کی نہر کے کنارے بیٹھ گیا اور ایک دیوبند میں، آپ کو معلوم ہوگا یہ رائے پور سہارن پور و دیوبند مشرقی پنجاب کے ان اضلاع سے جہاں کشت وخون کا ہنگامہ گرم تھا، متصل ہیں، لیکن یہ اللہ کے بندے پورے عزم واستقلال کے ساتھ جمے رہے اورانہوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ اسلام کو یہاں رہنا ہے اور رہے گا، انہوں نے کہا مسلمانوں کا یہاں سے نکلنا صحیح نہیں، اگر تم مشورہ چاہتے ہو تو ہم مشورہ دیتے ہیں اور اگر فتوے کی ضرورت ہے تو ہم فتویٰ دینے کو تیار ہیں کہ یہاں سے اس وقت مسلمانوں کا نکلنا درست نہیں۔

فیوض وبرکات کا لامتناہی سلسلہ

اس وقت جو ہندوستان میں اسلام ومسلمان قائم ہیں یہ انہیں بزرگوں کا احسان ہے، ہندوستان میں اس وقت جو مسجدیں قائم ہیں اوران میں جو نمازیں پڑھی جارہی ہیں اور پڑھی جاتی رہیں گی یہ ان کا طفیل ہے، ہندوستان میں جتنے مدرسے اور خانقاہیں ہیں اوران سے جو فیوض وبرکات

www.abulhasanalinadwi.org

صادر ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے انہیں کے رہین منت ہوں گے، اور اس سب کا ثواب ان کے اعمال نامے میں لکھا جاتا رہے گا، اس سلسلہ میں مولانا حسین احمد صاحبؒ نے سارے ملک کا دورہ بھی کیا، ایمان آفریں اور ولولہ انگیز تقریریں کیں، اور اپنے ذاتی اثر ورسوخ، اپنی تقریروں اور خود اپنے طرز عمل سے مسلمانوں کو اس ملک میں رہنے، اپنے ملک کو اپنا سمجھنے اور حالات کا مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا۔

ملی احساسات اور درد وسوز

یہ بات میں اور واضح کردوں کہ مولانا کے بارے میں لوگوں کو یہ بڑا مغالطہ ہے کہ وہ موجودہ حالات سے کلی طور پر مطمئن تھے، قریب کے لوگ جانتے ہیں کہ مولانا کے سینہ کے اندر کیسا درد وسوز کیسے اسلامی جذبات اور کیسی دینی حمیت موجزن تھی، اور ان کے اندرونی احساسات کیا تھے، مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ ان کو مولانا کے ان جذبات اور اندرونی احساسات اور امت اسلامیہ اور اس کے مسائل کے ساتھ گہرے تعلق اور درد وسوز کا اندازہ نہ ہوسکا، اور مولانا کی زندگی کا یہ پہلو جتنا روشن اور معروف ہونا چاہئے تھا روشن اور عام طور پر معروف نہ ہوسکا، آزادی کے بعد جو خلاف توقع حالات وتغیرات اس ملک میں پیش آئے، انہوں نے مولانا کی طبیعت کو بہت افسردہ کردیا تھا، ان کی عمر کا بہترین زمانہ اور ان کی

بہترین قوتیں انگریزی حکومت کا مقابلہ کرنے میں صرف ہو چکی تھیں، اور اس معرکہ میں وہ کامیاب ہو چکے تھے، اب ان کی ضعیفی افسردگی اور بے تعلقی کا زمانہ تھا۔

آخری ایام

آخر میں ان کی تقریروں کا موضوع اور دعوت صرف ذکر کی تلقین کرنا، خاتمہ کی فکر کی طرف متوجہ کرنا، تعلق مع اللہ اور ایمان باللہ کو مضبوط سے مضبوط کرنا دینی شعائر کا احیاء اور سنت نبویہ کی کثرت سے ترویج واشاعت رہ گئی تھی۔ انہوں نے اپنے عالی مرتبہ شیوخ واساتذہ سے تعلق مع اللہ، استقامت علی الشریعت اور باطنی مشغولیت کی جو دولت حاصل کی تھی، تمام اسفار ومشاغل وہجوم خلائق درس وتدریس کی مصروفیت اور آخر آخر میں علالت کی شدت میں بھی وہ اسی میں مشغول تھے، اور روز بروز وہ ہر چیز پر غالب آتی جارہی تھی، زندگی کے آخری ایام تک نماز کھڑے ہوکر اور باجماعت ادا کی، یہ ناچیز آخری بار ۲۵ رنومبر کو یعنی وفات سے صرف گیارہ روز پہلے حاضر ہوا، سخت تکلیف اور بے حد ضعف تھا، یہ وہی دن تھا جس دن ڈاکٹر صاحب نے تفصیلی معائنہ کرکے یہ کہا تھا کہ مولانا صرف اپنی قوت ارادی سے زندہ ہیں، اور ہمارا فن اس علالت کے سامنے ناکام ہے، اس روز بھی مولانا نے ظہر کی نماز کھڑے ہوکر اور باہر آکر جماعت کے

ساتھ ادا کی۔

بشاشت اور خوش مزاجی

مولانا کی خدمت میں جب جب حاضری ہوئی تو پوری بشاشت اور استقلال کے ساتھ گفتگو فرمائی، ایک کتاب کے پہونچنے کا ذکر کیا، میں نے عرض کیا، مجھے معلوم ہوتا کہ علالت وضعف اس درجہ تک پہنچ گیا ہے تو کبھی اس کے پیش کرنے کی جرأت نہ کرتا، فرمایا کیوں؟ میں نے تو کئی صفحات کا مطالعہ کیا، اور نفس کتاب ہی بڑی نعمت ہے، اسی مجلس میں ایک مخلص نے جو باہر سے ملنے آئے تھے روتے ہوئے کہا کہ دنیا خالی ہوتی جارہی ہے، فرمایا نہیں، دنیا میں بہت لوگ ہیں! انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں دوسروں سے کیا تعلق؟ فرمایا ہمیں تو امت محمدیؐ سے تعلق ہے۔

امت محمدی سے تعلق

مولانا نے امت محمدی کی خدمت میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، انہوں نے اپنے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اور اپنے اسلاف سے جو امانت، اور ذمہ داری پائی تھی اس کو پورا کر گئے، ان کو نہ ستائش کی تمنا ہے، نہ صلہ کی پرواہ، نہ مدح وتوصیف کا انتظار ہے نہ ناسپاسی اور ناشناسی کا گلہ، وہ مسلمانوں کو خطاب کر کے کہہ سکتے ہیں۔

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org